خوشحال خان خٹک کے زندانی نغمے

نورالبصر امن*

Khushal Khan has elapsed approximately five years of his invaluable life in detention of Mughals. Due to his most sensitive nature he never let his pen to stop and increasingly fed the literary flames therewith to be alive even during that imprisonment. "Firaq Nama" is the initial production of that literature of incatceration which has indubitably proved a foundation stone in the literature of incatceration. In this research paper Khushal Khan's those melodies of captivity are particularly highlighted in which he has remembered his region namely Pakhtunkhwa in different manners, which is not only an inception in the literature of remand in pashto but also an important literary asset of interment, which enfolds a great deal of historical incidents in itself.

اس میں کوئی شک نہیں کہ خوشحال خان خٹک بابا نے کئی نئے موضوعات، اصناف اور افکار کو نہایت خوبصورت اور ماہرانہ انداز میں پشتو ادب کا حصہ بنایا کہ پشتو ادب کی تاریخ سے آگاہی نہ رکھنے والا کوئی بھی شخص یہ گمان بھی نہیں کر سکتا کہ یہ اصناف و موضوعات دراصل خوشحال سے پہلے پشتو ادب میں موجود نہیں تھے۔ ان سارے موضوعات ، اصناف اور افکار میں ایک صنف حبسیات کی بھی ہے۔

خوشحال خان خٹک نے مغلوں کی اسیری کے دوران پشتو ادب کے حبسیہ ادب کی بنیاد رکھی۔ اس سے پہلے پشتو ادب کے مروجہ موضوعات و اصناف میں حبسیات کے آثار تک نہیں ملتے۔ ویسے تو آپ نے مغلوں کی جیل میں منظوم اور منثور شکل میں بہت سا بہترین ادب تخلیق کیا ہے لیکن اس

* پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، پشتو ڈیپارٹمنٹ، یونیورسٹی آف پشاور۔

مقالے میں صرف خوشحال بابا کی اس حبسیہ سرائی کا جائزہ لیا جائے گا جو کہ انہوں نے پشتونخوا، اپنے وطن اور اپنے اہل و عیال کی جدائی اور ارمان میں کی ہے۔ اور یہ حبسیہ کلام نہ صرف ان کی پہلی بلکہ پشتو ادب کی تاریخ میں پہلی حبسیہ کتاب فراق نامہ میں شامل ہے۔ مقالے میں فراق نامہ کی حبسیات کی روشنی میں خوشحال بابا کے کلام میں پشتونخوا کے بارے میں لکھے گئے منظومات کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔

خوشحال بابا اور قید و بند

ملک اکوڑی سے لے کر خوشحال بابا کے تمام خاندان نے مغل حکمرانوں کی بہت خدمت کی ۔ یہاں تک کہ وہ پشتونوں کے خلاف بھی مغل سلطنت اور شہنشاہ کا بھرم رکھنے کے لیے اکثر لڑائیوں میں مصروف رہے، تو پھر ایسی کون سی وجہ تھی جس کی وجہ سے خوشحال خان کو پابندِ سلاسل کر دیا گیا۔ اس سلسلے میں ہم تاریخی واقعات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

مغل حکومت کے زیر اثر پشاور کا علاقہ کابل کا حصہ تصور کیا جاتا تھا۔ کابل سے دریائے سندھ تک کا علاقہ صوبہ کابل میں شمار ہوتا تھا۔ ایک صوبہ دار انتظامی امور سرانجام دیتا اور اس صوبے کا صدر مقام کابل ہوا کرتا تھا اور اس کے ساتھ ایک نائب پشاور میں اپنے فرائض پر معمور ہوتا۔ مغلوں کی ہندوستان میں تخت نشینی کے بعد صوبہ کابل کا صوبہ دار مہابت خان بنا لیکن بادشاہ کے چوتھے جلوس شاہی کے دوران رمضان۱۰۸۱ھ تا رمضان۱۰۸۲ھ شہنشاہ نے مہابت خان کو صوبہ داری سے برخاست کر کے ان کی جگہ سید امیر خوافی کو کابل کا صوبہ دار مقرر کیا اور ان کے ساتھ نائب کے طور پر پشاور میں مرزا عبدالرحیم کو مقرر کیا۔ اس تبدیلی نے نہ صرف کابل کے انتظامی امور میں کافی ہلچل پیدا کی بلکہ پشتونوں کی تاریخ میں یہ ایک اہم واقعہ کی حیثیت سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس واقعہ کو دوست محمد خان کامل نے تفصیل کے ساتھ اس طرح لکھا ہے کہ:

> ''چہارم سال جلوس (رمضان۱۰۸۱ھ تا رمضان۱۰۸۲ھ) کے اواخر میں شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر نے مہابت خان پر اس کی جگہ شیخ میر خوافی کے چھوٹے بھائی سید میر خوافی المخاطب بہ امیر خان کو کابل کا صوبہ دار مقرر کیا تھا۔ ششم جلوس عالمگیری کے دوران (۱۰۸۲ھ) میں سید امیر خوافی نے شہنشاہ سے حسب الطلب مل کر عرض کیا کہ جب تک بعض زمینداروں کو گرفتار کر کے محبوس نہ کیا جائے ممانعت باج راہداری کے احکام کا نفاذ اس وقت تک نہیں کیا جا سکتا۔ اس تیر کا نشانہ دراصل خوشحال خان تھا۔

شہنشاہ نے دوم سال جلوس (رمضان ۱۰۸۱ھ تا رمضان ۱۰۸۲ھ) میں غلہ اور دیگر اجناس کا محصول راہداری ہمیشہ کے لیے معاف کر دیا تھا۔ اس عام بخشش سے لوگوں کو بہت فائدہ پہنچا تھا اور مبلغ پچاس لاکھ روپیہ خالصہ شریفہ کی آمدنی میں کم ہو گئے تھے۔ یہ حکم زمینداروں اور جاگیرداروں کی آمدنی پر اثرانداز ہوتا تھا اور جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے خوشحال خان کا خاندان ملک اکوڑے کے زمانے سے اپنے علاقے میں اموال و مویشی کی درآمد برآمد پر محصول وصول کیا کرتا تھا۔ شہنشاہ کا یہ حکم جو عام رعایا کی فلاح اور بہبود کو مدنظر رکھتے ہوئے صادر کیا گیا تھا کئی بڑے زمینداروں کو قدرتی طور پر ناگوار گزرا ہو گا۔ مگر اس امر کی قطعاً کوئی شہادت نہیں کہ خوشحال خان نے اس حکم کے بعد اظہار سرکشی و سرتابی کیا ہو یا اس نفاذ میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی ہو۔ وہ حسب سابق حکومت مغلیہ کا وفادار تھا اور اس وفاداری اور اپنی کچھ سابقہ عداوت سے حکومت مخالف یوسفزئیوں اور ان کے علاوہ دیگر افغانوں (آفریدی اور اورکزئیوں) سے بھی برسر پیکار رہا۔ سید امیر خوافی نہ یہ مفسدانہ چال محض خوشحال خان اور اپنے نائب متعلقین پشاور مرزا عبدالرحیم کے درمیان نارانسگی کی بنا پر اور خوشحال خان کے چچا بہادر خان اور فیروز خان کے ساتھ اپنی سازش کو کامیاب بنانے کے لیے چلی تھی۔ مرزا عبدالرحیم نے سید امیر خوافی کو کہا تھا کہ جب تک آپ چند سربر آوردہ اشخاص کو گرفتار کر کے قید نہ کریں گے تو اس وقت تک آپ کی صوبہ داری کا نقش قائم نہیں ہو سکتا۔ اور اس کے ساتھ ہی خوشحال خان کے چچاں نے سید امیر خوافی کو شمشیر خان کی ضمانت پر پچاس ہزار روپے دینے کا وعدہ بھی کیا تھا۔[۱]

مندرجہ بالا اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ خوشحال خان کو بوجہ ممانعت باج راہداری کے سلسلے میں گرفتار کیا گیا حالانکہ بادشاہ نے خوشحال خان کی ملکیت میں معافی کا حکم جاری کیا تھا۔ لیکن اس بات کی کوئی تاریخی شہادت موجود نہیں کہ خوشحال بابا نے اورنگزیب عالمگیر کے اس حکم کی کہیں سے بھی خلاف ورزی کی ہو اور اس کو ماننے سے انکار کیا ہو یا اس کے خلاف کوئی مزاحمت کی ہو۔

خوشحال خان نے کبھی احکام ممانعت باج راہداری کے نفاذ میں کوئی رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی اور نہ ہی اس وجہ سے اس کی وفاداری اور خدمت گزاری میں فرق آیا۔ خوشحال خان ایک دنیا دار آدمی تھا اور دنیوی اغراض و مقاصد ہی کے حصول کے لیے اباعن جد بادشاہان مغلیہ کی خدمت کرتا چلا آ رہا تھا۔[۲]

ابھی تک خوشحال خان کی گرفتاری پر لکھے گئے مواد میں ایسا کوئی بھی حوالہ نظر نہیں آتا جس میں بادشاہ کی مرضی و منشا کے خلاف خوشحال خان نے ایسا کچھ کیا ہو جس کی بدولت وہ گرفتاری کے لیے موردالزام ٹھہرائے گئے۔

خوشحال بابا نے نہ صرف اپنے بڑوں کی روایات پر چلتے ہوئے ایمانداری کے ساتھ مغلوں کی خدمت کی بلکہ ان کی اقتدار کی حفاظت کے لیے اپنے ہی پشتونوں سے اکثر برسرِ پیکار بھی رہے لیکن اس خدمت کا صلہ خوشحال خان کی امیدوں کے بالکل برعکس نکلا۔ جیسا کہ وہ اپنے اشعار میں گویا ہے

ما وے زهٔ به د مغل په نوکر کنهی ‏ ‏ ‏ رکیبونه کرم د سرو د سپینو نال
په ناحق ئی زنځیرونه راپه پښو کړل ‏ ‏ ‏ واه واه، هس نوازش هس آمال[۳]

ترجمہ: میرا تو خیال تھا کہ مغلوں کی نوکری میں اپنے گھوڑے کی رکابیں سونے کی اور اس کے بعد نعل چاندی کے بنواؤں گا (مگر یہاں تو) بے گناہ میرے پاؤں میں بیڑیاں پہنا دی گئیں۔ واہ واہ کیا کہنے اس نوازش کے اور ساتھ ہی میری امیدوں کے[۴]

خوشحال خان نے اپنے اشعار میں مختلف جگہوں پر اپنی بے گناہی اور بلا وجہ گرفتاری کا ذکر کیا ہے۔

په ناحق د اورنگزیب په بند بندی یم ‏ ‏ ‏ خدائے خبر دے په تهمت او په بهتان
زهٔ په خان کنهی کناه نهٔ وینم خدائے ‏ ‏ ‏ ولی نور خلق خبر کا، شان شان
د کناه می سر رشته معلومه نهٔ ده ‏ ‏ ‏ مګر خپل هنر د خان وینم تاوان
لکه زهٔ وم په راستی په درستی کنهی ‏ ‏ ‏ د مغل په خدمت نهٔ وو بل افغان
بادشاهانو لره، ترس د زړهٔ بائده ‏ ‏ ‏ مروت، غور رسی، عدل او احسان
خوک به چا لره په داد او په فریاد ځئ ‏ ‏ ‏ چ په ظلم راضی مند شول بادشاهان[۵]

ترجمہ: بالکل بے گناہ اورنگزیب کی قید میں پڑا ہوا ہوں۔ خدا جانتا ہے کہ تہمت اور بہتان کا شکار ہوا ہوں۔ خدا کی قسم میں اپنے آپ میں گناہ نہیں دیکھتا۔ البتہ لوگ قسم قسم کی باتیں بناتے ہیں۔ میرے گناہ کی اصلیت اور تو کچھ معلوم نہیں، ہاں میری روشن طبع میرے لیے بلا بن گئی ہے۔ میری طرح راستی اور درستی کے ساتھ دوسرا کوئی افغان مغل کی خدمت نہیں کرتا تھا۔ بادشاہوں کے لیے رحم دلی، مروت، مظلوموں کے حال پر غور، داد رسی اور عدل و احسان بہت ضروری ہیں۔ اب کوئی فریاد لے کر داد خواہی کے لیے کس کے پاس جائے۔ جب خود بادشاہ ہی ظلم پر اتر آئے۔[۶]

خوشحال بابا نے خود اپنے آپ کو بے گناہ کہا ہے۔ جب بادشاہ اورنگزیب عالمگیر کا پشتونوں کی بغاوت کی وجہ سے برا حال تھا تب اس سے خوشحال خان کے بارے میں سوال کیا گیا۔اس وقت بادشاہ اس نتیجے پر پہنچا کہ خوشحال خان کو بے گناہ قید میں رکھا گیا ہے اور یہاں تک کہ جب ان کو مہابت خان کے ساتھ رہا کیا جارہا تھا تو بادشاہ نے خود یہ تسلیم کیا کہ خوشحال کو بغیر کسی جرم کے قید کیا گیا اور اس وجہ سے خوشحال کی بہت دل آزاری ہوئی ۔

اس بارے میں افضل خان خٹک تاریخ مرصع میں کچھ اس طرح رقمطراز ہیں کہ:

''مہابت خان راـغے پہ غرض ئی د بادشاہ و رسول چی خوشحال ہم د ھغہ ملک مصالح دے۔ دی ما سرہ دی رخصت شی چی دروبی بادشاہ وفرمائیل چی خوشحال بی گناہ دیر ازارخ کولے دے۔ ھغہ بہ ئی خۂ پہ خاطرکلی وی ھغہ کار کرے بویہ چی د دۂ لہ خاطرہ ھغۂ ووے بیا دۂ پہ غرض ورسول، دا خانہ زاد دے ھیخ ئی پہ خاطر کلی نشتہ بادشاہ دی ورتہ خلعت ورکرہ نور دی ئی رخصت کرہ، بادشاہ اودی اختیار لری۔ ۷

ترجمہ: شہنشاہ نے مہابت خان کو گجرات سے طلب کیا اور اسے کابل کا حکم دیا۔ مہابت خان نے بادشاہ سے درخواست کی کہ خوشحال خان کو بھی اس کے ساتھ جانے کی اجازت دی جائے۔ بادشاہ نے اس کی اجازت منظور کی اور تاکیداً کہا کہ خوشحال خان نے چونکہ بے گناہ دکھ اٹھائے ہیں ایسا کام کرنا چاہیے کہ اس کے دل سے دکھ کا احساس مٹ جائے۔ مہابت خان نے کہا کہ یہ خانہ زاد ہے خلعت دے کر رخصت کیا جائے۔ یہ خدمت بجا لاتا رہے گا۔ ۸

مدعی اور مدعا علیہ دونوں کے بیانات سے صاف ظاہر ہے کہ اس گرفتاری میں خوشحال خان بالکل بے گناہ تھے اور اس گرفتاری کی اصل وجہ صوبہ دار کابل سید میر خوافی، نائب الحکومت مرزا عبدالرحیم کا ذاتی بغض و عناد تھا اور اسی بغض و عناد کی وجہ سے انہوں نے خوشحال کے چچازادوں سے مل کر ایک سازش کے تحت خوشحال کو گرفتار کروا دیا۔

خوشحال خان خٹک اپنی علمی فضیلت، افرادی قوت اور سیاسی تدبر کی بدولت، سرحدی علاقہ جات میں ایک اہم مقام رکھتا تھا جو نائب الحکومت مرزا عبدالرحیم کی آنکھ میں ہمیشہ کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا۔ ۹

اس مقصد کے لیے سید امیر خوافی نے بادشاہ سے زمینداروں کی گرفتاری کا حکم نامہ حاصل کیا اس حکم نامے کا اصل نشانہ خوشحال خان کی شخصیت تھی۔ ایک سازش کے تحت خوشحال کو کسی مشورے کے بہانے پشاور طلب کیا گیا اور جمادی الثانی ھ کا وسط (وسط جنوری) ۱۰ کو خوشحال خان حکم کے مطابق پشاور چلے آئے۔

خوشحال خان جس کا باطن صاف تھا۔ بلا کسی قسم کے خوف اور شک و شبہ کے اس کے پاس گیا اور وہاں سرکاری سپاہیوں نے خوشحال خان کے گرد گھیرا ڈال کر اسے گرفتار کر کے پانچ سیر بھاری بیڑیاں اس کے پاؤں میں ڈال دیں۔ ۱۱

خوشحال خان کو دو مہینے تک پشاور میں قید رکھا اور پھر ہندوستان بھیج دیا گیا۔ ۱۲

اس وقت خوشحال دہلی میں نظر بندی کے دن گزار رہا تھا مگر رجب ھ بمطابق کو اسے قلعہ رنتھمبور میں قید کیا گیا۔ اگلے سال ذی قعد ھ کو محمد امین کی سفارش سے قید سے رہائی مل گئی تو پھر دہلی میں نظر

بند رہنا پڑا۔[۱۳]

خوشحال خان کی پشاور میں گرفتاری، قید و بند، ہندوستان روانگی، دہلی کی نظر بندی، رنتھمبور قلعہ میں قید و بند، آگرہ میں نظر بندی اور پھر وطن واپسی یہ سارا عرصہ کئی سالوں پر محیط ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق خوشحال خٹک چار سال دس مہینے تک مغلوں کی قید میں رہے۔ وہ جمادی الثانی ھ سے قبل اپنے وطن واپس لوٹے۔ یہ اندازہ اس لیے قرین قیاس ہے کہ ربیع الاول ھ کو خوشحال کی ہندی بیوی سے اس کا بیٹا فرحت خان پیدا ہوا۔[۱۴]

جبکہ افضل خان خٹک نے تاریخ مرصع میں خوشحال خان خٹک کی قید و بند، نظر بندی اور اپنے واپسی تک کا عرصہ پانچ سال لکھا ہے۔[۱۵] اس لیے ہم تاریخ مرصع کی مضبوط دلیل کے تناظر میں خوشحال بابا کی قید و بند اور نظر بندی کا عرصہ پانچ سال قیاس کرتے ہیں۔

اس پورے عرصے میں خوشحال خان خٹک نے نظم و نثر کی صورت میں بہت سا قیمتی اور با مقصد ادب تخلیق کیا جو کہ نہ صرف پشتو میں پس زنداں ادب کی بنیاد ہے بلکہ ایک قیمتی سرمایہ بھی ہے اور اس ناخوشگوار واقعے کے بعد سے پشتو ادب میں مغلوں کی ظلم و ستم کی نشانی کے طور پر دو اصطلاحات مغلوالہاور رنتھمبور آج بھی رائج ہیں۔

> ''نبکاری داسی چی د خوشحال د قید پہ سبب رنتھمبور پہ پښتو ادب کښی شہرت موندلے دے خوشحال پہ خپل کلام کښی ځائے ځائے د رنتھمبور ذکر کړی دے۔''[۱۶]

ترجمہ: اس طرح دکھائی دیتا ہے کہ خوشحال کی قید و بند کی وجہ سے رنتھمبور پشتو ادب میں شہرت کا سبب بنا، خوشحال خان نے اپنے کلام میں بہت جگہوں پر رنتھمبور کا ذکر کیا ہے۔

ویسے تو خوشحال خان نے اس سارے عرصے میں بہت سا ادب تخلیق کیا ہے لیکن اس مقالے میں ہم ان کی سب سے پہلی کتاب فراق نامہ (جو رنتھمبور کی قلعہ میں قید کی حالت میں لکھی گئی) کی روشنی میں ان اشعار کا ذکر کرتے ہیں جو انہوں نے پشتونخوا کی شدید احساس جدائی میں کہے۔

> ''فراق نامہ'' یہ بھی مثنوی کی طرز پر لکھی گئی ایک کتاب ہے۔ اس میں مختلف عنوانات پر نظمیں لکھی گئی ہیں۔ جن کا تعلق وطن کی محبت سے ہے۔ ان میں اکثر نظمیں رنتھمبور میں بحالتِ قید لکھی گئی ہیں۔ ان نظموں سے آزادی سے محبت، نالہ فراق اور اپنے اہل و عیال سے دوری کا درد ٹپکتا ہے۔[۱۷]

اورنگزیب کے زمانے میں قلعہ رنتھمبور کے قید خانہ میں گزارے گئے روز شب کا اندازہ خوشحال خان کے اپنے الفاظ میں فراق نامہ کی ایک مثنوی کے چند اشعار سے لگایا جاسکتا ہے۔[۱۸]

یک تنہا پہ کت کښې پروت یم — بندیوان د هند د کوت یم
دا مې حال دا مې احوال دے — کهٔ وایه شي دیر مقال دے
چې پهٔ ما باندې بدحال دے — څه د پاسه یو نیم کال دے
پهٔ داکوت کښې بندیوان دي — مسلمان دي کهٔ هندوان دي
لر تر دوه سوه کم نه دي — بند پهٔ ظلم پهٔ ستم دي
چې ئې وخت د پلار نیکهٔ وهٔ — هومره بند پهٔ دا ځائے نه وهٔ
چې بادشاه د هند اورنگ شو — بیدادي شوه جهان تنګ شو
د کوتوالو بندیان تیر شول — تر حساب تر شماره تیر شول
هم راني هم راجګان بند دي — شیر خوارهٔ هلکان بند دي
دا چې بند د ما سره دي — پهٔ هر سند د ما سره دي
راته واره تلهٔ راتلهٔ کا — واره کار زما پهٔ زړهٔ کا
راته لولي کتابونه — راته وائي خپل خوابونه
پهٔ شطرنج مې زړهٔ بیر بیر کا — چې کهٔ غم له دله ګیر کا
کهٔ قیصې کهٔ افساني دي — دا همه اني باني دي
زړهٔ مې سود پهٔ هیڅ نه کا — اور چې بل دے اوبهٔ څهٔ کا
خوک چې نرد رالره راوړي — وایم درد رالره راوړي
چې شطرنج رالره راوړي — ګویا رنځ رالره راوړي
هغه زرونه چې رنځور دي — له همه هوسه دور دي
بې دلدارهٔ کهٔ ګلزار دي — د عاشق د سترګو خار دي
بې یارانو کهٔ بهشت دي — د خوشحال وته به زشت دي
چې د سرائے له لوریه راشي — پهٔ هغه یاد زم خاطر واشي
چې څه یاد زما دغرهٔ دي — بوئي د مشکو ورسره دي[19]

ترجمہ: ہندوستان کے قلعہ میں قید تن تنہا چارپائی پر پڑا ہوں۔ یہ میرا حال ہے اگر کہوں تو قصہ طولانی ہے۔ کچھ اوپر ڈیڑھ سال سے میرا یہ حال ہو رہا ہے۔ اس قلعہ میں ہندو اور مسلمان قیدی موجود ہیں۔ یہ ظلم و ستم سے قید

کیے گئے ہوں کی تعداد دو سو سے لگ بھگ ہے۔ اس کے باپ دادا کے وقت میں یہاں اتنے قیدی نہ تھے لیکن جب اورنگزیب ہندوستان کا بادشاہ ہوا تو اس کی بیداد سے جہاں تنگ ہو گیا۔ قلعوں کے قیدی زیادہ ہو گئے اس کا حساب و شمار نہیں۔ راجے، رانیاں اور شیر خوار بچے قید ہیں۔ ہر طرح سے میرے مونس و غمگسار ہیں سب میرے پاس آتے جاتے ہیں اور میری مرضی کے مطابق کام کرتے ہیں۔ مجھے کتابیں پڑھ کر سناتے ہیں اور اپنے خواب مجھ سے آ کر بیان کرتے ہیں۔ شطرنج سے میرا دل بہلاتے ہیں تا کہ اس سے میں اپنے غم کو بھول جاؤ۔ قصے اور افسانے سب حیلے اور بہانے ہیں کسی طرح میرا دل آسودہ نہیں ہوتا۔ جب آگ خوب بھڑک اٹھی تو پانی سے نہیں بجھتی۔ جب میرے پاس کوئی نرد لاتا ہے تو گویا میرے پاس درد لاتا ہے۔ جب کوئی میرے پاس شطرنج لاتا ہے تو گویا میرے پاس رنج لاتا ہے۔ وہ دل جو کبھی ہو ہو اوہوس سے انہیں کیا کام۔ دلدار کے بغیر گلزار بھی عاشقوں کو اچھا نہیں لگتا۔ سرائے اکوڑہ کی طرف سے جو ہوا آتی ہے وہ مشک کی خوشبو ساتھ لاتی ہے۔[۲۰]

فراق نامہ کا قلمی نسخے حاصل کرنے کے بعد پہلی دفعہ مکمل شکل میں ہمیش خلیل نے میں پشاور سے شائع کیا ہے، وہ اس بارے میں لکھتے ہیں۔

> *فراق نامہ* کا یہ قلمی نسخہ پشاور میوزیم کے کتب خانے میں پڑا ہے۔ اس وقت تک میرے علم کے مطابق یہ واحد معلوم قلمی نسخہ ہے جو کہ سب سے پہلے مرحوم دوست محمد خان کامل نے اس نسخے سے استفادہ کر کے اس کی کچھ مثنویوں کو *خوشحال خان خٹک* نامی کتاب میں جو پہلی بار ادارہ اشاعتِ سرحد پشاور نے چھاپا اور نشر کیا ہے۔ خوشحال خان حبسیہ کلام کے طور پر پیش کیا ہے۔[۲۱]

فراق نامہ کتابیات سمیت ۱۴۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ ۱۶ صفحات پر مشتمل ہمیش خلیل کا لکھا گیا عالمانہ انداز کا مقدمہ بھی اس کتاب کی زینت ہے۔ کتاب میں غزلیں اور مثنویات شامل ہیں جو تقریبا اشعار یعنی مصرے بنتے ہیں۔

ایک مثنوی میں رنتھمبور کے قلعے کا ذکر ہے جب تنہائی کے ہاتھوں تنگ آ کر خوشحال نے پشتونخوا کے مختلف شہروں کو یاد کر کے اپنے دل کو تسلی دی ہے۔ اس مثنوی میں کابل، پشاور، اٹک، خٹک، سرائے اکوڑہ اور لاہور کا ذکر کچھ اس طرح ہوا ہے۔

هغه باد چې کابل خیز دے	په ما واره عنبر بیز دے
خوک چې یاد کاندي کابل	په کوکل می شي غلغل
خوک چې یاد کا پیښور	زما زړهٔ شي منور
خوک چې یاد کاندی اټک	قافیه کرم هم خټک
خوک چې یاد کاندی بل سرائے	دے ما یاد شي هغه خپل سرائے

خوک چې یاد کاندي لاهور هم مې وشي د زړهٔ زور[۲۲]

ترجمہ: وہ ہوا جو کابل کی طرف سے آتی ہے میرے لیے مشک و عنبر سے کم نہیں۔
جب کوئی کابل کا ذکر کرتا ہے تو میرے سینے میں جوش پیدا ہوتا ہے۔
جب کوئی پشاور کا ذکر کرتا ہے تو میرا دل منور ہو جاتا ہے۔
جب کوئی اٹک کا نام لیتا ہے تو میں فی الفور خٹک کا قافیہ باندھ لیتا ہوں۔
جب کوئی کسی دوسری سرائے کا نام لیتا ہے تو مجھے اپنی سرائے یاد آ جاتی ہے۔
جب کوئی لاہور کا نام لیتا ہے تو میرے دل میں زور پیدا ہوتا ہے۔[۲۳]

دریائے سیند (اباسیند) اور لنڈے سیند (دریائے کابل) جو اٹک میں کنڈ کے مقام پر ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں۔ یہ سارا علاقہ خوشحال خان کے منصب میں شامل تھااور یہ ان کا مادری وطن بھی ہے۔ خوشحال خان نے ان دونوں دریاؤں کا ذکر اپنے اشعار میں بار بار کیا ہے۔ رنتھمبور میں بھی جب ان دریاؤں کی یاد نے انھیں ستایا تو وہاں سے ہوا کی لہروں کو بھیجا۔ جو کہ ان کی پشتونخوا سے انتہائی دلی محبت کی دلیل ہے۔

کهٔ ګذر په خیر آباد وکړې نسیمه یا دې کښت وشي د سرائې د سیند په سیمه
په وار وار زما سلام ورته عرضه کړه درسره زما له لوریه خو تسلیمه
اباسیند ورته ناره وکړه په زوره ولنډي وته وینا وایه حلیمه

ترجمہ: اے بادنسیم اگر خیر آباد سے گزر ہو یا سرائے اکوڑہ کے دریا کے کنارے چلے تو بار بار آداب و نیاز کے ساتھ میرا سلام ان سے عرض کچھ متلاطم و تیز رفتار اباسیند (دریائے سندھ) کو چلا کر کہنا اور (سبک خرام و ہموار) لنڈے (دریائے کابل) کو آہستہ نرمی سے کہنا۔[۲۴]

ایک اور جگہ (تعریف دھیل سیند) لنڈے سیند لنڈی کی تعریف میں کچھ اس طرح گویا ہے۔

د لنډي اوبه سلسالي د حیات د اوبو سیالي
تر نباتو نه خوږې دي د فرات تر اوبو ښې دي
کهٔ ئې خضر پیاله وڅښي د حیات اوبه به نهٔ څښي
زهٔ چې هسې تشنه لب مرم روز و شب ئې په طلب مرم
کهٔ یوه پیاله ئې نوش کړم غم به واړه فراموش کړم[۲۵]

ترجمہ: لنڈے (دریائے کابل کا نام) کا پانی روانگی میں آبِ حیات کے ساتھ مقابلہ کر سکتا ہے۔ اس کا پانی نہایت سے میٹھا اور دریائے فرات سے زیادہ اچھا ہے۔ اگر خضر نے اس سے ایک پیالہ نوش کیا تو پھر وہ آبِ حیات کا نام بھی نہ لے گا۔ میں جب پیاس سے تنگ ہو جاتا ہوں تو دن رات ان دریاں کے پانی کی طلب میں

رہتا ہوں۔ اگر ان دریاں کے پانی کا ایک پیالہ پینے کے لیے مل جائے تو میں اپنے اوپر سارے درد وغم اور مصیبت کو بھول جاں گا۔

پرانے زمانے میں خطوط کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ گویا کہ یہ رابطے کا ایک اہم وسیلہ تھا۔ اس لیے خط کو آدھی ملاقات کہا گیا ہے۔ لیکن عام ماحول کی بہ نسبت جیل میں اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

> خط ایک جذبے کے تحت لکھا جاتا ہے۔ یہ جذبہ ایک وسیع تر انسانی جذبہ ہے یوں ہی خط کا نام زبان پر آتا ہے تو ایک پر اسرار قسم کی جستجو، ایک پرلطف سی گدگدی طبیعت میں پیدا ہو جاتی ہے۔ خط سے لطف اٹھانے کا جذبہ ہر انسان کے لیے یکساں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوسروں کے خط پڑھ کر جب انسان محظوظ ہو رہا ہوتا ہے تو یوں لگتا ہے کہ جیسے انسان اپنے ہی تجربات کو دہرا رہا ہو۔ پھر جب وہ انسانی مزاج اور دل کے رنگا رنگ تاثرات کی سحر انگیز بوقلمونیوں کو دیکھتا ہے تو کسی ادب پارے کی طرح خطوط سے بھی عام انسانی بوالعجبیوں سے خیال آفرین خوشی و انبساط حاصل ہوتی ہے۔ چونکہ خطوں میں خالص، سچائی، صداقت اور خلوص کی توقع ہوتی ہے۔ ڈر، خوف، نمود و نمائش اور اس قسم کی دوسری رکاوٹیں خطوط میں نہیں ہوتیں۔ اس صداقت اور خلوص سے ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے کیونکہ خط کی بنیادی ضرورت یا بنیادی جذبہ ہم کلامی کی تمنا ہے۔[۲۶]

خوشحال بابا کو جب کبھی رنتھمبور میں خط موصول ہوتا تو ان کی کیفیت بھی عجیب ہو جاتی۔ ایک خط کے بارے میں *فراق نامہ* کی ایک مثنوی بعنوان ژا د خط پہ راتلو (خط کی موصولی پر رونا) کچھ اس طرح اپنے احساسات اور جذبات کو ظاہر کیا ہے۔

پس لہ دیرہ انتظارہ ———— دیري میاشتي دیرِ نھارہ
چي قاصد راوري خطونہ ———— خوزوم د خط پیچونہ
چي ہر پیچ غورزاوہ شي ———— لوند د سترکو بہ اوبۂ شي
پہ ہر حرف چي اوبنکي خاځي ———— ځني نور حرفونہ پاسي
الف شین کاندي ري في ٰہ ———— بی نون کاندی دال ري کار
ھر ھر حرف سرہ تاؤ تاؤ شي ———— جیم تي کاندي واؤ شي
کۂ ئی لولم خط لمدیزي ———— کۂ ئی نۂ لولم دم ځیوي
یو رومال پہ اوبنکو تر کرم ———— پہ خبرو زرۂ لر بر کرم

په راتلهٔ د خط خوشحال شم له مضمونه ئی بدحال شم ۲۷

ترجمہ: طویل انتظار کے بعد اور بہت مہینوں اور راتوں کے بعد جب قاصد کوئی خط (پیغام) لاتا ہے۔ تو میں اس کے اوراق کو الٹ پھیرتا ہوں۔ جب کوئی ورق الٹ دیتا ہوں تو آنکھیں پانی سے تر ہو جاتی ہیں۔ اور جس حرف پر آنسو گر جائے تو اس سے اور بہت سارے حروف بن جاتے ہیں۔ (اسی آنسو کی وجہ سے) الف شین کی طرح اور(ر)(ف) کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔(ب)(ن)اور(د)(ر)بن جاتا ہے۔ ہر ایک حرف ایک دوسرے سے لپٹ جاتا ہے۔ جیم]ت [کی طرح واو بھی بن جاتا ہے۔ خط پڑھنے سے کاغذ نم، نہ پڑھنے سے دم گھٹ جاتا ہے۔ جب ایک رومال آنسو پر تر ہو جاتا ہے تو دوسری باتوں پر اپنا خیال بدل لیتا ہوں۔ اگر چہ میں خط کے آنے پر خوش ہو جاتا ہوں لیکن اس کا مضمون پڑھ لینے کے بعد میرا حال خراب سے خراب تر ہو جاتا ہے۔

خوشحال بابا وطن کی محبت کو ایمان کی علامت سمجھتے ہیں۔

د وطن مینه اے جانه راپیدا ده له ایمانه
هغه ملک ده زړهٔ ارمان دے چې پکښې وي ښهٔ یاران دي
سګ ئی سپي ویني په سترګو هم ئی خاؤ ګوي په سترګو
نهٔ د خپل وطن خاروته نهٔ د بل وطن کلونه
نهٔ د خپل دیار پلوسي نهٔ د بل دیار نلکوسي
نهٔ د خپل دیار کرکري نهٔ د بل دیار شکري ۲۸

ترجمہ: اے جانِ من !وطن کی محبت کا جذبہ ایمان سے پیدا ہوتا ہے۔ وہی ملک میرا ارمان ہے جہاں پر میرے اچھے اور بہترین دوست ہیں۔ اگر میں اپنے وطن کے کتوں کو بھی دیکھوں تو ان کو سر آنکھوں پر بٹھا دیتا ہوں۔ دوسرے وطن کی پھول اپنے وطن کی کانٹے کے برابر نہیں ہو سکتے۔ دوسرے وطن کی ملکو اپنے وطن کی بلو کی درخت کے برابر نہیں۔ دوسرے وطن کی نبات سے اپنے وطن کی کرکرے کا پھل اچھا ہوتا ہے۔

مغل دربار میں خوشحال خان کے دوست محمد امین خان نے خوشحال خان کی رہائی کے لیے اپنی کوششوں کو جاری رکھا اور ایک بار پھر میر خان میر میدان کی کفالت سے شہنشاہ کے حضور خوشحال خان کی سفارش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ شہنشاہ نے کہا کہ اگر خوشحال خان زن و بچوں کو بطور یرغمال ہندوستان لے آئے تو اسے چھوڑ دیا جائے گا اور اسی قسم کا ایک فرمان سید امیر خان خوافی کو بھی بھیجا گیا۔ میر باز خان، باقی خان اور سعادت خان نے جو ابھی تک دہلی میں تھے اس حکم سے خوشحال کو آگاہ کر دیا پھر خوشحال خان کی ہدایت پر یہ لوگ مطابق ماہ صفر ھ (مطابق اواخر اگست) یعنی سابقہ عیسوی ہی میں وطن روانہ ہوئے تا کہ اس امر کا انتظام کیا جائے کہ شہنشاہ کے حکم پر عمل نہ ہونے

پائے ۲۹ اسی واقعہ کے تناظر میں وہ کچھ اس طرح رقم طراز ہیں:

چې میشته په سنګاو دي   په عظیم دریاب لاهو دي
د هغو په حال خبر شوے   رانبکاره ئې هر اثر شوے
چې څهٔ خوري ئې خوراک دے   څهٔ ئې څرناک څهٔ ئې پوشاک دے۳۰

ترجمہ: میرے اہل و عیال جو سنگا (ایک گاں کا نام) میں رہائش پذیر ہیں اور وہ ایک بڑے غم و الم کے دریا میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اگر مجھے ان کا احوال معلوم ہو جائے اور ان کے روزگار کا پتہ چل جائے کہ وہ کیا کھا رہے ہیں ان کی خوراک کیا ہے اور ان کی زندگی کیسی گزر رہی ہے اور وہ کس قسم کا لباس زیب تن کیے ہوئے ہیں۔

خوشحال بابا شکار کے بہت شوقین تھے۔ وہ نہ صرف شکار کے سارے رموز سے واقف تھے بلکہ شکاری جانوروں اور پرندوں کی خصلتوں اور بیماریوں سے بھی آگاہ تھے۔ رنتھمبور میں انھوں نے شکار کے ارمان میں بھی نظمیں لکھی ہیں۔ کلپانی کے مرغابیوں کے بارے میں وہ لکھتے ہیں۔

آه وائے کالا پانی
ستا خو رنګه مرغاوی۳۱

ترجمہ: ہائے افسوس کالا پانی (یعنی سزا)۔ آپ کی رنگے رنگ مرغابیوں کی ارمان۔

سوات کے شہبازوں اور شاہینوں کے بارے میں لکھتا ہے۔

واه واه د سوات د ملک بازونو   رنا رنګ په دیر رکونو
چې بلوے پکښې په ځان وهٔ   هم هغه د خوشحال خان وه
سیه پشت توره ئې ژبه   پسې روح ځي له قالبه۳۲

ترجمہ: دیار سوات کے رنگا رنگ شہبازوں اور شاہینوں تمہاری جدائی پر افسوس ہے۔ بلوے شاہین مجھے جان سے عزیز تھا اور وہی خوشحال خان کا ہوا کرتا تھا۔ اس کی کالی کمر اور سیاہ زبان ایسی اچھی لگتی تھی کہ اس کے ارمان میں میری روح بدن سے نکل رہی ہے۔

خوشحال خان نے ہندوستان میدان میں پشتونخوا کی نہ صرف زمین، آب و ہوا، دریاؤں، درختوں، جانوروں، پہاڑوں، دوشیزاؤں، خٹکوں، یوسفزیوں، شکار کے پرندوں کے غم میں نغمے گائے ہیں بلکہ مغل حکمرانوں بارے بھی ہرزہ سرائی کی ہے جس سے ان کی غریب الوطنی کا اندازہ ہوتا ہے۔

> قید کے ایام میں خوشحال خان نے متعدد غزلیات، قصائد اور قطعات وغیرہ لکھے ہیں جو قید و بند اور غریب الوطنی کے مصائب و آلام اور حالات اور وطن عزیز و اقارب و احباب کی یاد اور فراق میں پرسوز اور دردناک نال فغاں پر مشتمل اور شاعر کی مظلومیت و بے گناہی کے آئینہ دار ہیں۔۳۳

''لنده دا چې فراقنامه د خوشحال خان بابا د قید د حادثې یوه داسې نتیجه ده چې کهٔ هغهٔ ته دا حادثه نهٔ وے ورپیښه شوے نو نن به دا کتاب هم نهٔ وو.''۳۴

ترجمہ: الغرض یہ کہ فراق نامہ خوشحال بابا کے قید و بند کے حادثے کا ایک ایسا نچوڑ ہے کہ اگر ان کو یہ حادثہ پیش نہ آتا تو آج ہمارے پاس یہ عظیم کتاب موجود نہ ہوتی۔

حوالہ جات

۱- کامل مہمند، دوست محمد خان، ''خوشحال خان خٹک سوانح حیات''، پشاور، شاہین بکس گمٹی پلازہ، جمرود روڈ، دوسرا ایڈیشن ۲۰۰۰ء، ص ص ۱۲۸-۱۲۷۔

۲- ایضاً، ص ۱۳۱۔

۳- خوشحال خان خٹک، ''کلیات'' مقدمہ حاشیے، دوست محمد خان کامل مہمند، پشاور، ادارہ اشاعت سرحد، ۱۹۶۲ء، دوسرا ایڈیشن، ص ۵۵۰۔

۴- سید نورالحق، ''منتخبات خوشحال خان خٹک''، پشاور، پشتو اکیڈمی، ۱۹۸۹ء، ص ۳۴۔

۵- خوشحال خان خٹک، کلیات خوشحال، "کلیات" مقدمہ حاشیے، دوست محمد خان کامل مہمند، پشاور، ادارہ اشاعت سرحد، ۱۹۶۲ء، دوسرا ایڈیشن، ص ۵۸۹۔

۶- سید نورالحق، ''منتخباب خوشحال خان خٹک''، پشاور، پشتو اکیڈمی، ۱۹۸۹ء، ص ۳۶-۳۵۔

۷- افضل خان خٹک، ''تاریخ مرصع''، سمونه او حاشیې، دوست محمد کامل مہمند، پشاور، یونیورسٹی بک ایجنسی، ۲۰۰۶ء، ص ۳۴۵۔

۸- اقبال نسیم [illegible]، ''پشتون شناس (خوشحال خان خٹک)''، پشاور، پشتو اکیڈمی، ۲۰۱۱ء، ص ص ۱۰۷-۱۰۶۔

۹- ایضاً، ص ۹-۸۹۔

۱۰- کامل مہمند، دوست محمد خان، ''خوشحال خان خٹک سوانح حیات''، پشاور، شاہین بکس سپوگمئی پلازہ، جمرود روڈ، دوسرا ایڈیشن ۲۰۰۶ء، ص ۱۲۸۔

۱۱- ایضاً، ص ۱۲۸۔

۱۲- ایضاً، ص ۱۲۹۔

۱۳- اقبال نسیم خٹک، ''پشتو شناس (خوشحال خان خٹک)''، پشاور، پشتو اکیڈمی، ۲۰۱۱ء، ص ۹۸۔

۱۴- ایضاً، ص ۱۰۲۔

۱۵- افضل خان خٹک، تاریخ ''مرصع''، سمونه او حاشیې، دوست محمد کامل مہمند، یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور، ۲۰۰۶ء، ص ۳۱۲

۱۶- اقبال نسیم خٹک، ''د خوشحال د رفتار تحقیقی جائزہ''، پشاور یونیورسٹی جرنل ۹۷-۱۹۹۶ء، ص ۱۴۳۔

۱۷- اقبال نسیم خٹک، ''پشتو شناس (خوشحال خان خٹک)''، پشاور، پشتو اکیڈمی، ۲۰۱۱ء، ص ۲۳۶۔

۱۸- کامل مہمند، دوست محمد خان، ''خوشحال خان خٹک سوانح حیات''، بحوالہ سابقہ، ص ۱۶۷۔

۱۹- خوشحال خان خٹک، ''فراقنامہ'' ترتیب و تدوین ہمیش خلیل، قامی مکتبہ پشاور، ۱۹۸۳ء، ص ۱۰۸-۱۰۷۔

۲۰- کامل مہمند، دوست محمد خان، ''خوشحال خان خٹک سوانح حیات''، بحوالہ سابقہ، ص ۱۶۸-۱۶۷۔

۲۱- ہمیش خلیل، ''مقدمہ''، فراقنامہ د خوشحال خان خٹک، پشاور، قامی مکتبہ، ۱۹۹۳ء، ص ۵۔

۲۲- خوشحال خان خٹک، ''فراقنامہ'' ترتیب و تدوین ہمیش خلیل، پشاور، قامی مکتبہ، ۱۹۸۳ء، ص ۱۰۳۔

۲۳- اقبال نسیم خٹک، پشتون شناس خوشحال خان خٹک ، پشتو اکیڈمی پشاور،۲۰۱۱ء، ص۲۳۸-۲۳۷۔
۲۴- کامل مہمند، دوست محمد خان، ''خوشحال خان خٹک سوانح حیات''، شاہین بکس سپوگمئی پلازہ، جمرود روڈ، پشاور، دوسرا ایڈیشن،۲۰۰۶ء، ص ۱۶۰۔
۲۵- خوشحال خان خٹک،''فراقنامہ'' ترتیب و تدوین ہمیش خلیل،قامی مکتبہ پشاور،۱۹۸۳ء، ص ۸۲۔
۲۶- مسرت یاسمین، ''مکتوبات مولوی محمد حسین آزاد کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ''،)پی ایچ ڈی مقالہ(اسلام آباد،نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، ۲۰۰۸ء، ص۸۔
۲۷- کامل مہمند، دوست محمد خان،''خوشحال خان خٹک سوانح حیات''، بحوالہ سابقہ۔
۲۸- ایضاً، ص۶۵۔
۲۹- ایضاً،پشاور، شاہین بکس سپوگمئی پلازہ، جمرود روڈ، دوسرا ایڈیشن۲۰۰۶ء ،ص ص۱۳۵-۱۳۴۔
۳۰- خوشحال خان خٹک،''فراقنامہ''،حوالہ سابقہ۔
۳۱- ایضاً،ص۹۱۔
۳۲- ایضاً،ص۹۳۔
۳۳- کامل مہمند، دوست محمد خان،''خوشحال خان خٹک سوانح حیات''، حوالہ سابقہ،ص ۱۳۹۔
۳۴- ہمیش خلیل،''مقدمہ''،حوالہ سابقہ، ص۱۱۔